

لیبیا میں شرکیتِ اسلامیہ کی ہشت روزہ کانفرنس

(از جناب سبیب سید جان ندوی، پکج رو اسلامک انٹریٹ ٹیوٹ، بیضاء والیبیا)

(۲)

۱۔ انسٹورنس کے سلسلہ میں فقہ اسلامی کا حکم یہ کانفرنس کا دسوال موضوع تھا اور یہ بھی وہی کی شام پر کا موضوع تھا لیکن امریٰ کی صحیح شروع ہوتا۔ دراسل مشکل یہ ہے کہ اسلام کسی جزوی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ ایک کلی نظام ہے اور اسے پورا کا پورا اپنا نام چاہیے مغربی تہذیب اور یہودی سوداگروں اور سو خواہد کے تفصیلی نظام جو عالم اسلامی میں رائج ہیں ان میں علماء سے فتوے پر بھے جاتے ہیں مسیبت یہ ہے کہ ان کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اسلام کا اپنا بذاتِ خود ایک تعاونی نظام ہے، ایک اقتصادی نظریہ ہے، ایک تجارتی اصول ہے، ایک تکالفی پر گرام ہے یعنی اسلام ایک مکمل لائحة عمل ہے۔ اخلاص کے ساتھ اگر اسلامی نظام کو اپنا لیا جائے اور بھپڑا اسلامی نظام انسٹورنس یا نظام بنک کاری بنایا جائے تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ لیکن اسلامی ملکوں میں خیر اسلامی نظام و قانون پر رضا مندی اور بھپڑنی یہودی نظام — سرمایہ داری — اور رشتنی یہودی نظام — مکسیت — پر اس قدر اخلاص کے ساتھ آخر اصرار کیوں ہے؟ اور یہ مغربی و مشرقی ناسٹور اسلامی ملکوں کے جسم و جان کو آخ کیوں اور کہتے تک گھائل بنائے رہیں گے؟ بہر حال اسلامی نظام میں یوں بھی بستیت المال سارے غربیوں مصیبت زدہ، بیواؤں، یہ نواؤں، نقیروں، مسکینوں، طالب علموں، سافروں، اور تمام محروم افراد کی دامنی یا ہنگامی مصیتیں توڑ کرتے کا ذمہ دار ہے، اسی ذمہ داری کو عصر مااضی میں تفصیل کے ساتھ آگے بڑھا کر منظم تعاونی نظام بنایا جاسکتا ہے۔ اس موضوع پر صرف داکٹر محمد السید الدسوی نائب رئیس تحریر، مجمع الملةۃ العربیۃ قاہرہ نے اپنا تفصیلی مقالہ پڑھا۔ آپ نے نارنگی طور پر ثابت کیا کہ یورپ میں پہلے تعاونی انسٹورنس نہایا بعد میں سوداگروں نے تجارتی انسٹورنس بنایا۔ ہر صورت میں یہ عقدہ شرکر والا معاملہ تو ہے ہی، ساتھ ہی ساتھ

سُود کا شے نہیں بلکہ تقین بھی اس میں ہے اور جو سے کسی شکل بھی ہے کسی ایسے اسلامی ملک میں جہاں اسلامی انسورنس کو قائم کرنے کی بات چیت نہ ہو مجبوڑا اس کی بعض اقسام، حوارث وغیرہ کے خلاف کی صرف موقّت اجازت۔ بحکم حضورت و حاجت۔۔۔ دی جاسکتی ہے، لیکن اصل مشکل یہ ہے کہ اس کو جائز نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے بعد انسورنس کا مکمل اسلامی نظام بنانا ضروری ہے جو اسلامی تعاون کے ہولی پر کامزی ہو۔ دوسرے دن مباحثہ بھی اس پر طویل ہوا۔

۱۱۔ شریعت اسلامیہ میں سُود کے احکام نیز کافرنز کا گیارہواں موضوع سُود تھا۔ یہ جس قدر اہم ہے یہیں مدنی، تجارتی اور بحری قوانین میں اسکی تطبیق اسی قدر صاف ہے اور فصوص قرآنیہ و نبوبیہ سے بالکل واضح بھی ہے لیکن جب عقل پر ریسراپ کے پردے پر جائیں اور حلال چیزوں کے بجائے حرام کام مرغوب ہو جائیں تو فتنہ نفسِ بشر شدید ان کی قوتیں اور تفکیری صلاحیتوں سے پوری طرح مدد حاصل کرنا ہے اور الفاظ کے عجیب و غریب بچیر میں پر کر سیدھے سادھے اور عام معانی کو بدلتے اور غلط تاویلات کرنے پر اچھا رہا ہے۔ اور یہ سب مغرب کی تقليید اور یہودی نظام سُود کے زیر اثر ہے۔ اس سلسلے میں یہ نکتہ بھی نکالا جاتا ہے کہ بہت زیادہ سُود لینا منع ہے، لیکن تھوڑا سُود لینا منع نہیں ہے، اور قرض کے سُود اور تجارتی سُود میں تفریق کاشاخانہ بھی اس بحث میں چھڑا جاتا ہے۔ یہ سب وہ انحرافات اور لاطائل بحثیں جنہیں نہ غفل سلیم قبول کرنی نہ علم صحیح اور ایمان مستقیم۔ سُود کے جواہر من الشمس نقصانات میں اور جس طرح اس کے ذریعہ قوم کا سرایہ چند سُود خوار اداروں کے پاس چلا جاتا ہے اس کا اندازہ افراد کے سُود میں تو صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا تھا، اب حدید دو ریں غیر ترقی یافتہ ملک جب سُودی قرض لینے میں اور ان کی ادائیگی کی صورت میں جن مالی اور اقتصادی پریشانیوں سے دوبارہ بہوتے ہیں یہ واضح دلیل ہے کہ سُود نقصان دہ ہے۔ اور بھر سُود کا یہ مبنی الاقوامی کاروبار خالص یہود کا بنا یا ہٹو ہے جس سے افراد ذریعہ کی خستہ حالی اور دیواریہ پن مقصود ہے۔ اور زبر عزم یہود یہ ان کی کتاب مقدس کی پیشیں گوئی کی صداقت بھی ہے اور قوموں کو سودی کاروبار کے ذریعہ غلام بنانے کی بیچال کو یا نحوز بالشد خدا نے ان کو سکھاتی ہے۔ الفاظ ملا خطہ ہوں اور قویہت سی قوموں کو قرض دیکھا پر تجوہ کو ان سے قرض لینا نہ پرسے گا" (انتباہ ۴: ۱۵)۔ ان الفاظ میں گو سُود کا لفظ نہیں ہے لیکن دوسری جگہ یوں ہے "تو اپنے بھائی کو سُود پر قرض نہ دینا۔۔۔ تو پر دیسی کو سُود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سُود پر قرض نہ دینا" (استثناء ۲۳: ۱۹، ۲۰)۔

اس طرح کے دوسرے الفاظ بھی ہیں جن کی تشریح بعض ملود کے حاخامات نے یہ کی ہے کہ ان الفاظ میں خرت موسیٰ نے سُود بینے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ اجنبی زغیر یہودی (کو قرض سُود ہی پر دیا جائے تاکہ وہ بر باد ہو۔ اور اس لیے شرعاً ملود میں اجنبی کو بغیر سُود کے قرض دینا جائز اور حرام ہے۔ اس سلسلہ میں حاخام شواب کا قول یہ ہے — اس نے بعد میں یہودی دین ترک کر دیا تھا کہ اگر مسیحی کو کچھ پیسے کی ضرورت ہو تو یہودی کو چاہیے کہ اس کے ساتھ بار بار سُود کا معاملہ کرے، حتیٰ کہ وہ اس کو ادا نہ کر سکے اور اسی وجہ سے قدیمی مسیحی افکار اور دُشمنیوں اور ادب میں یہود سے مرد سُود خوار اور خیانت کا ریا جاتا ہے۔ بہر حال سُود ایک ایسی لعنت ہے جسے اسلامی معاشرہ سے پیدا شد کے لیے ختم ہو جانا چاہیے، اور کم از کم فوری طور پر ملک میں داخلی سُود کو ختم کیا جائے۔ پھر اسلامی ملکوں کے اتحاد اور عین الاقوامی مسلم مبنیک کے پروان چڑھنے کے بعد خارجی سُود بھی بند کیا جا سکتا ہے۔

اس اہم موضوع پر تایخ و خلفاً کی روشنی میں شیخ وقت محمد ابو زہرہ نے تفصیلی بحث کی۔ خصوصاً آیتہ الرہامیں کئی بلا غمی اور ادبی طرائقوں سے سُود کی قطعی حرمت پر توجیہات پیش کیں۔ آپ نے فرمایا سُود میں احتراست، پریشانی، فکری نا آسودگی اور ذہنی و عقلی خلجان ہوتا ہے جس کی تعمیر مرتضیٰ شیطان سے کی گئی ہے۔ سُود خور پیدا شدہ بیکہتہ میں کہ سُود اور تجارت میں کیا فرق ہے؟ حالانکہ سُود حرام ہے اور تجارت حلال ہے۔ جو مواعظت و ممانعت کے بعد سُود سے باز نہ آتے اسے عذابِ نار کی وعید ہے۔ سُود کے مال میں یہے برکتی ہوتی ہے اور وہ مٹ جاتا ہے۔ سُود خروں کو کفر کے صینہ مبالغہ کفار اور اشیم سے خطاب کیا گیا ہے۔ پھر ایمان و عمل صاف کا تذکرہ آیت میں یہ ثابت کرتا ہے کہ سُود ایمان کے منافي ہے اور عمل غیر صالح ہے۔ نمازو و نکوٰۃ کے لفظ سے یہ تپہ چلتا ہے کہ جس طرح یہ دین میں معلوم بالضرورتہ اور سب سے افضل فرائض میں، اسی طرح سُود بھی معلوم بالضرورتہ اور قیمع ترین فعل ہے۔ اور جس طرح اطاعت گزاروں کو خوف اور غم سے واسطہ نہ ہو گا، اس کے بخلاف سُود خود دنیا و آنحضرت میں خوف اور غم کا شکار رہے گا۔ فقہوی کی علامت یہ بتائی گئی کہ سُود خوری چھپوڑ کے اور جو سُود نہ چھپوڑ سے وہ خدا اور مسٹول سے فدائی مول لیتا ہے۔ قدیم سُود کے لیے تو بہ کی شرط یہ ہے کہ سُود نہ لیا جاتے اور صرف رأس المال واپس لیا جاتے۔ شیخنا ابو زہرہ نے آیت میں ہ طرائقوں سے سُود کی حرمت پر تبصرہ کیا تھا، یہ مضمون لمحتّه وقت راقم کو کم از کم ۲۰ توجیہات سرعت کے ساتھ نظر آئیں۔

آیت پر فرید غور و خوض سے اور بھی نکتہ برآمد ہو سکتے ہیں، باہم ہوں اور آخری چیز پسہ ہے کہ جس طرح رأس اعمال واپس نہ کرنا ظلم ہے اسی طرح سود لینا بھی ظلم ہے)۔ شیخ ابو زہرہ دوسرے موصوع فقرہ اسلامی میں بنیک کاری کے طریقے پر بھی دوسرے دن بولنے والے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس موضع پر بھی آج ہی گفتگو ختم کر دیتا ہوں۔ پھر بنیک کاری کے نظام کی مفصل تاریخ اور اس میں سود کی آمیزش پر بحث کی اور اسلامی بنیک کے قیام پر زور دیا اور اس کے اصولوں کی تشریع کی اور نظام مختاریت پر زور دیا، اور صریں غیر سودی پہلا بنیک کھلنے کا مردہ سنایا۔ اور پھر سود اور بنیک دونوں موضوعات پر بلا جدال تبصرہ فرمایا۔ اختصار میں اس کی روح کو برقرار رکھنا مشکل ہے۔ بہر حال انہوں نے ہر قسم، ہر شکل اور ہر تاویل کے ذریعہ سود کو حلال بنانے کی کوششوں کی نہت کی۔ اس موضع پر ڈاکٹر عبدالسمیع امام پروفیسر لغتہ دریافت اسلامیہ کا مجھ، اور ڈاکٹر محمد عبد الحليم نے بھی اپنی بحثیں سنائیں۔

۱۶۔ عقوبہ غرر قانون میں اور فقهہ اسلامی کا موقف ۱۔ امشی کو کافر فسکنے کے نویں اجلاس میں ہبھے شام سے یہ موضع شروع ہوا۔ غرر کے معنی و حکم کا یادگرہ کے میں ساختیں نے بتایا کہ شریعت میں وہ تجارتی طریقے جن میں نقصان یا دھوکہ کا خطرہ ہو موضع میں۔ لیکن غرر کی کوئی قسمیں میں جن میں سے ایک غرر فاحش ہے، یعنی خطرہ یا دھمک کا نیا دھمک امکان، دوسری قسم جموی اور کم نقصان کی شکلیں ہیں۔ ان کے جائز یا ناجائز ہوتے کی تفصیلات کتب فقرہ میں دست اور تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں۔ بعض حضرات اشوفی، قانونی جوئے وغیرہ کو غیر فاحش غرر کہہ کر جائز کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ ہمیں بات تو یہ کہ ان میں غرر فاحش اور کھلا ہو اتفاقان یا دھوکا ہے اور دوسری بات یہ کہ اس میں دوسری جوہ قباحتیں بھی موجود ہیں جن کی حرمت پہلے سے موجود ہے جیسے سود اور قمار۔ بہر حال یہ فقهہ کا ایک بارہ ہے اور علامہ وقت شیخ علی الحنفیت رکن مجمع البحوث ازہر و رکن مجمع المحدثین العربیہ قاہرہ اور ڈاکٹر عبدالسمیع امام نے اس پر بحث کی۔

۱۷۔ اسلامی شریعت میں دیت اور اس کی تطبیں ۱۔ تیرھواں موضع تھا اور اس میں صرف اتنا فتحی بخشی کا مقابلہ تھا۔ لیکن وہ اپنایہ مقالہ صحیح ہی کو قصاص کے موضع کے ساتھ تفصیل سے مناچکے تھے، کیونکہ قضاہ اور دیت کا تعلق ایک دوسرے سے بہت قریب اور مفضل ہے۔

۱۸۔ فقهہ اسلامی کی روشنی میں بنیک کا نظام اس طے یہ ہوا کہ اب شام کا وقت جو بجا ہے اس میں بحث و مباحثہ کے بجائے کل پڑھی جانے والی بحثوں کو پہلے مکمل کر دیا جائے اور پھر دوسرے دن شام کے آخری

اجلاس میں آخری بحث میباختہ کر لیا جاتے۔ سُود کی بحث کے ساتھ شیخ ابو زہرہ اس موضوع پر بول چکے تھے۔ آج ڈاکٹر محمد احمد صقر پروفیسر معاشیات اور دنیویورسٹی نے بحث شروع کی۔ آپ نے بھی شیخ ابو زہرہ کی طرح تاریخی طور پر بتایا کہ یونیفاری فلاسفہ نے سُود کو ممنوع قرار دیا ہے یہود کے ہاں بھی اسلام سُود حرام ہے میسیحیت میں اس کی کچھ تفصیل نہیں ہے۔ راقم یا اپنے بتانا خود ریسمی تھا ہے کہ یہودیت میں سُود صرف یہودی سے یعنی کی ممانعت تھی، اور اس ممانعت سے بھی ہدیہ یا ہبہ وغیرہ کے نام سے سُود لینے کی سند یہود نے کتاب مقدس سے نکال لی تھی جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ بلکہ غیر یہود سے سُود لینا تو یہ کتاب کے ہاں شرعاً جائز بکہ وابسب تھا۔ گفتگو باعیل کی موجودہ شکل سے متعلق ہے، اصل اور منتشر من عند اللہ کتاب سے متفرق نہیں ہے۔ میسیحیت نے سُود کی تفصیل بیان نہیں کی لیکن ماں والے کا دانہ ہی جب خدا کی باوشاہت میں منع کر دیا گیا تو بھروسہ سُود کی اجازت کیسے دے سکتا ہے، بکہ والے کی امید پر فرض دنیا بھی میسیحیت میں کوئی مرغوب فعل نہیں ہے (لوقا ۶: ۳)، تو بھروسہ پر والے کیسے جائز ہو سکتا ہے اسلام چونکہ وسط ہے اس لیے اس نے رأس المال والے کیسے کو غیر مرغوب قرار نہیں دیا، نہ مسلم طریقے پر مال کانے والے کو مکوتت رہنی سے خارج کیا، بلکہ تعاون و مہمروی اور غریبوں کو مال عطا کرنے کی تلقین بھی کی اور ساتھ ہی ساتھ سُود کی شکل میں فرض والے کیسے کو بھی ممنوع قرار دیا۔ ڈاکٹر صقر نے فرمایا: بدید تہذیب میں سُود کو ثابتی تقویت ملی اور ہر کام میں اس کی ضرورت محسوس کی گئی اور سُودی کاروبار بنیکوں میں جاری کیا گیا۔ مغربی بنیک کاری کے دیتوں اس بات کی شکایت ہے کہ اسلامی ملکوں میں بنیک کی صحیح نکرا اور سمجھ لوگوں میں پیدا نہیں ہوا پتی۔ یہ بتانا پاہتا ہوں کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب تک میں بنیکوں میں سُود یعنی حرام مال کا شاستر ہے گاہ اسلامی ملکوں میں بنیک کو صحیح فرمائے حاصل نہیں ہو گا۔ ہم کیوں نہ بنیکوں کو سُود کے شاستر سے پاک کر کے اس کی نیا و خالص اسلامی اصولوں پر رکھیں؟ بھر انہوں نے اس نظام کی تفصیل بیان کی اور فرمایا کہ ہم ایک درست بھی اس طرح یعنی پر تیار نہیں جس طرح خدا نے اس کو حرام کیا ہو۔

پھر یہ بنیک کے مذکور قسم المحدث، استاد نوری بریون نے بھی بنیک کاری کی تفصیلی تاریخ بیان کی اور آیاتِ قرآنی (نحل: ۱۱۹-۱۲۰) سے اسلامی اقتصاد کے قوانین مرتب کیے اور فرمایا کہ کھانا پہنچنا اور پہنچنا اصل اقتصادی ضروریات ہیں جو انسان کے لیے خدا کی طرف سے ہے جیسا ہیں۔ اور پانی کا ذکرہ اس لیے

نہیں کیا گیا کہ گوہ ہوا کی طرح انتہائی ضروری ہے لیکن بظاہر اقتصادی ضروریات میں داخل نہیں دراقم اس سلسلے میں یہ گذارش کرنا پاہتا ہے کہ پہلے تو اس آیت سے اقتصاد اسلامی کے اصول تلاش کرنا ہی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حیثیت سے متعلق ہے اور دنیا میں اترنے کی صورت میں آگے چل کر پہاہیت ربانی اور ذکر الہی پر چلنے کی تلقین ہے، لیکن بہر حال یہ حقیقت اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ انسان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا اسلامی حکومت پر واجب ہے دوسری بات یہ کہ آیت میں پانی کا نذر کرہ موجود ہے، اور اسلامی اقتصاد میں پانی اور ہوا میں تباہ فرق ہے یہاں بظاہر غیر مرغی ہے اور پانی مرغی، اور اس لیے باش کے قدسی پانی اور کنوئیں سے سینچ کرکی ہوئی حکمتی کی زکوٰۃ میں بھی فرق ہے، جبکہ ہوا کے سلسلہ میں اس قسم کی تفرقی نہیں۔ اصل آیت شریفہ ملا خطہ ہے: **فَقُدْلَا نِيَادَهُ إِنَّ هَذَا أَعْدٌ لَكُمْ وَلِزُوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ فَنَتَشَقَّىٰ إِنَّ لَكَ أَلَا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرُمَىٰ وَإِنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ**۔ بھر بریوںی صاحب نے تفصیل سے مارکسی نظریہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ این خلدون کا نظریہ زیادہ صحت اور واضح ہے، اور اسی وجہ سے وہ مارکس کی طرح چاقیش اور معیوبت میں گرفتار نہیں ہوا یہ بات بریوںی صاحب نے سو فیصد صحیح کہی۔ وسائلِ معيشت کے باب میں ابن خلدون کی تقسیم ٹوپی ہے: زمین - کام رأس المال - تنظیم۔ اس بنا پر زمین اصل ہے، کام پر اجرت ہے، رأس المال سے فائدہ ہے، اور تنظیم سے فرع ہے لیکن مارکسی اصول یہ ہے کہ کام پوری آمنی کا اکیلا خقدر ہے جو سراسر غلط ہے۔ آخر میں آپ نے مطالیہ کیا کہ بتیکے کے نظام کو سُود کے شاہزادے سے پاک ہونا چاہیے اور اسلامی اقتصاد کے تعاونی و تجارتی اصولوں کی روشنی میں اس کام کو ہونا چاہیے۔

۱۰۔ زکوٰۃ اور دوسرے ٹکیوں سے اس کا تعلق | اسرائیل کی صبح کو دسوال اجلاس شروع ہوا۔ آج کا موضوع زکوٰۃ سے متعلق تھا۔ یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ زکوٰۃ اسلام میں فرض اور اس کا ایک اہم رکن ہے۔ اقتصادی و اجتماعی فوائد کے علاوہ یہ ایک عبادت بھی ہے۔ اسلامی حکومت میں زکوٰۃ مالداروں پر عوایض ہوتی ہے جو صاحبِ نصیب ہوں اور ضرورت پڑنے پر دوسرے ٹکیوں بھی لگاتے جاسکتے ہیں لیشٹر ٹکیہ وہ ضروری ہوں اور نہ المانہ نہ ہوں۔ نیز زکوٰۃ کے مصارف کو قرآن نے مخصوص افراد کے لیے اور مخصوص عوایزوں میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ حکومت کی دوسری ضروریات انسانوں کی اپنی خواہشات، جیسے ٹکر کوں اور پول کی تعمیر، بھلی اور پانی کی سپلائی وغیرہ کے لیے اگر دوسرے ٹکیوں لگاتے جائیں تو ان کا فائدہ انسان

خوبی اٹھائیں گے۔ ایسی صورت میں زکوٰۃ کیسے معاف ہو سکتی ہے جو مختا جوں اور پرنشیان حاملوں وغیرہ کا حق ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسلامی حکومت قیروں اور ناداروں کے نام سے جنگیں لگاتے اس بات کا الحظ ضروری ہے کہ پہلے زکوٰۃ کی تنظیم کی جلتے، اور اگر زکوٰۃ کی کامل ادائیگی اور تقسیم کے بعد ان کے مسائل پری طرح حل نہ ہوں تو یہ اقدام کرے۔ حالانکہ یہ بات مفروضہ سے زیادہ نہیں ہے۔ زکوٰۃ کی صحیح تفصیل و تقسیم کے بعد ان کا تشفی خبیث حل ہو سکتا ہے۔ پھر زکوٰۃ خدا کا حق ہے جو غریبوں کو دیا جاتا ہے۔ اسلامی نظریہ کی رو سے سارا مال خدا کا ہے نہ کہ افراد کا اور نہ حکومتوں کا۔ غریبوں کا جو مقرر کردہ حق ہے وہ کوئی احسان نہیں ہے بلکہ فرض اور واجب ہے۔ زکوٰۃ جمع شدہ مال پر سال میں ایک بارا داکی جاتی ہے۔ لیکن آدمی پرہنہ نہ ہے، زکوٰۃ اس کی وجہ سے کینونکر معاف ہو سکتی ہے ہاں اگر شکیوں کی بہتانت کی وجہ سے مال جمع ہی نہ ہو سکتے تو زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر پھر بھی خرچ کے بعد جمع ہو جاتے ہے تو اس جمع شدہ خردنے میں سے غریبوں کا حق نکالنے میں آخر پیش کیسا اور کیوں ہے؟ حکومت کا طکہ کردہ شکیں ادا نہ کرنے کی جگہ اتنے والوں کی یہ جرأت عجیب و غریب ہے کہ عرف مسکین و غریب کے حق کو ادا نہ کیا جلتے۔ پھر زکوٰۃ کی حد تینظیم میں کارخانوں، تجارت کے سلامان اور کراپیے کے مکانات وغیرہ سب شامل کر لیے جاتیں تو زکوٰۃ کی رقم بہت بڑھ سکتی ہے۔ کراپیے کے مکانات کے سلسلہ میں تین راتیں ممکن ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان پر زکوٰۃ نہ ہو۔ لیکن اب اس میں یہ اسکاں ہے کہ جب تجارت کے مال پر زکوٰۃ ہے تو ان پر کیوں نہ ہو؟ پہلے زمانہ میں مکانات رہنے کے لیے بنائے جاتے تھے اس وقت یہ بات درست تھی۔ اب ان کی تجارتی غرض ہے۔ دوسرا یہ کہ زکوٰۃ کس طرح نکالی جاتے ہے یا تو اس المال پرست تجارت کے مال کی طرح بڑھاتی فیصلہ، لیکن اس صورت میں مالک مکان کا بہت نقصان ہے، کیونکہ مکان خالی بھی رہتا ہے اور پھر شاہد سال بھر کا کراپیے اور زکوٰۃ کی رقم برابر سرا برہی ہو جلتے۔ تیسرا شکل جو ازہر کی جمع الجوش نے پاں کی ہے وہ یہ ہے کہ مکان کی آمدی میں سے شکیں اور مرمت وغیرہ کی رقم نکال کر زمین کے غلہ پر قیاس کر کے دوسرے شکیں قطعاً حصہ نکالا جاتے۔ لیکن اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ کم از کم اسلامی ملکوں میں مکان کے دوسرے شکیں ختم ہونے چاہیں۔ بعض ملکوں میں مکانوں پر دس سے کم عین فیصلہ نکل شکیں دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں شکیں کے بجائے زکوٰۃ کے نام سے رقم لینا آسان ہے لیکن غیر اسلامی ملکوں میں مجموعی آمدی میں سے جمع شدہ رقم کا فحاقی فیصلہ ہی نکالا جاسکتا ہے۔ بہر حال اس موضوع پر فضیلی طور پر سوچنا ضروری ہے۔ اسلامی

ذین بن اکرم لوگوں کے ذریعہ سے خود ہی زکوٰۃ کی تقسیم، اور ادا نہ کرنے کی صورت میں حکومت کی طرف سے نہ گرانی یا وصولی، یا بعض چیزوں کی زکوٰۃ حکومت وصول کرے اور بعض کی لوگ ادا کریں (جیسا کہ یہیا کے جدید اسلامی فافروں زکوٰۃ میں کیا گیا ہے جس کی تفصیل دوسرے موقع پر بیان کروں گا)، الغرض متذکرہ بالا تمام ہی صورتوں میں زکوٰۃ کی اس اہم اسلامی مذکوٰۃ قیام اور انتہام سے بے شمار اقتضادی فائدے ہو سکتے ہیں۔ اس موضوع پر داکٹر محمد عبدالحیم عشری استاذ پروفیسر لغتہ و دوسرے اسلامیہ کالج، اور داکٹر عبدالعزیز فرج حسن نے تفصیلی گفتگو کی جو حسب وعدہ بعد کو پیش کی جاتے گی۔

گیارہواں اجلاس ۱۱ مرئی کی شام کا اجلاس تفضیلی طور پر بحث و مباحثہ کے لیے وقفت تھا۔ اس مختصر روڈا میں اس سب کی تفصیل پیش کرنی مشکل ہے۔ یعنی طور پر گویا کافر میں کا آخری اجلاس تھا۔ ۱۱ مرئی کے اختتامی اجلاس میں قراردادی پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

چند باتیں اختتامی جلسہ کی تفصیل بخشنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بہت مختصر طور پر اس کافر میں کا نظر سے متعلق چند باتیں اور معتقد و افتعالات درج کروں۔

حوالہ شخصیہ پرنسنل لا، اسلام کے عالمی قوانین کے سطے میں کافر میں کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوتی ہیکو یہیا، مصر، شام، حتیٰ کہ سیکونٹ بکہ بڑی حد تک سیجی عربی ملک بنان تک میں مکمل طور پر باقی و جاری ہے، اور نکاح و طلاق و میراث اسلامی کو بدلتے کی بہت باوجوہ کوششوں اور پروپگنڈوں کے اسلامی ملکوں میں ذریکر کے سوا کسی کو نہیں ہوتی۔ مصر میں اس سلسلہ کی طویل کوششیں ناکام ثابت ہوئیں تھوڑی سی تبدیلی ترجمہ یا تغییر کی جرأت، جو عربی سیجی ملک بھی نہ کر سکا، ایک مسلمان عربی ملک اور ایک مسلمان غیر عربی ملک کے عرام یا علماء نہیں بلکہ فرمانتروں نہ کی ہے لیکن اب وقت آگیا ہے کہ اس ترجمہ کو غصورخ کیا جائے اور میں الاقوامی طور پر اس صفائت کا مطالیبہ سارے اسلامی ملک مل کر کریں کہ دنیا بھر میں مسلم پرنسنل لا کا احترام کیا جائے اور اس میں ترجمہ کی اجازت نہ کسی اسلامی ملک کو دی جائے اور نہ کسی غیر اسلامی ملک کو جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور باعزم زندگی گزارنا چاہتے ہوں، کسی مسلمان کے نزدیک اس کے عالمی شرعی قوانین میں تبدیلی سے بڑھ کر بے عزم اور قوی دوسری نہیں ہو سکتی۔ نہ ہب کے اعمال و احکام پر عمل کرنا انسان کا فطری حق، آزادی کا پہلا اصول اور عزت و شرف کا معیار و متحفہ ہے۔

ابوزہرہ - مولانا مودودی اس کا نفرس میں چونکہ پیر شریعت سے متعلق بھی انہار بعہ کے علاوہ تمام قد فقہاء و علماء کے نام بار بار آتے ہیں لیکن زندہ علماء میں کم از کم ۵۰۰ دفعہ عالم اسلامی کے مشہور ترین فقہی عالیہ شیخ ابوزہرہ کا نام ان کی موجودگی میں لیا گیا۔ آپ کی ساری کتابیں فقه اسلامی میں جدید مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی طرح مولانا مودودی کا نام لے کر تقریباً ہم بار خواہ دیا گیا، اور بنے نام لیتے تو بار بار ان کی عبارتوں اور قانون اسلامی سے متعلق آراء و افکار کو نقل کیا گیا، کیونکہ مولانا نے اسلامی فکر، نظام اسلامی اور قانون اسلامی کے سلسلہ میں جو کچھ بحث ہے اور پھر عام مشکلات کی نشاندہی کر کے ان کا جو حل تباہی ہے عالم اسلامی کے ایک بڑے گروہ نے اسے تسلیم کیا ہے۔

شیخ ابوزہرہ اور ندوہ، علامہ سید سلیمان ندوی کا نڈکرہ استاذ مختصر شیخ ابوزہرہ والد مختصر مذکورہ (مولانا محمد عمران) کے استاد بھی ہیں، اور ان سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں مجھے سمجھیشہ انہی کا نام لیکر ماید کرتے ہیں۔ پہلی ملاقات کے ساتھ ہی پوچھا کہ آخر عمران کہاں ہیں؟ کیسے ہیں؟ وہ قو ندوہ ہی میں ہو گئے ہیں نے کہا، جی نہیں بھوپال میں حالات کے تقاضا کے مطابق ایک دارالعلوم کھولا بنتے ہیں میں۔ شیخ کا حافظہ بہت پختہ ہے (اور ساتھ ہی غصہ بھی بہت شدید ہے)، حیرت سے کہتے لگے سید سلیمان ندوی کے ساتھ ندوہ میں سمجھیشہ رہتے کا عہد و پیمان سنایا کرتے تھے (سید علیہ الرحمہ اس وقت ندوہ، دارالمحنتین اور خداوت کی وجہ سے مصر میں بہت مشہور تھے، مجھے چونکہ اس موسوعہ پر کچھ زیادہ صحیح تفصیلات معلوم نہیں تھیں لیکن آنحضرت رجالتا تناک حالات کا تقاضہ یہی تھا اس لیے میں تے کہا کہ بھوپال میں ان کی سخت ضرورت تھی۔ جہاں تک ندوہ سے انخلاص، ندوہ کی خکر پر پتیں اور ندوہ کے لیے کام کا تعلق ہے وہ کہیں بھی ہوں اس کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور پھر آپ نے ندوہ کے جس مکین کا نام لیا وہ اب فرش زمین پر نہیں ہیں بلکہ زیر زمین آسودہ خواب ہے۔ اور عصر حاضر کے سلیمان اعظم کا نڈکرہ آپ نے کر دیا مگر شبیل نعمانی کو سنبھول گئے۔ جس طرح شوفی اطہر سین، غالب اور اقبال کے نام پر فوڑا لیکیں کہے کیونکہ ندوہ کے ادبی شعبوں میں ریسیرچ ہوتی ہے رائٹ شبیل بھی ان اوپریوں میں شامل ہے، اسی طرح شبیل کی دینی تعلیم کی کوئی تشویشیں پر ریسیرچ کا ایک شعبہ ہے اسلامی مدرسے میں کھولا جاتے اور اگر قعصب و تنگ نظری کی وجہ سے سارے دینی مدارس اس تجویز کو قبول نہ کریں تو کم از کم ندوہ ہی اس پر فوڑا لیکیں کہے کیونکہ ندوہ کا اصولی نظر بھی ہے کہ وہ نہ تو متصحیب ہے اور نہ شبیل کا مخالفت ہی ہے، اور نہ شبیل کے بارہ احسان سے

وہ کسی طرح اور کسی وار میں بھی سمجھ دش ہو سکتا ہے۔ ندوہ کا باتی کون تھا اور کون نہ تھا، اس فرسودہ اور فضول بحث کی بالکل صدرت نہیں۔ یہ مسلم الشہوت حقیقت ہے کہ فکری و علمی کاریاموں کی وجہ سے اوزن دوہ کی خلائقی ارتقاء کی خدمت کی وجہ سے شبی کے نام کی چیز دار العلوم ندوہ میں کھلنی چاہیے کیا یہ غیرحقیقت پسندانہ یہ رخی نہیں ہے کہ درسرے اداروں میں شبی اسکول کے نام سے تحقیقی بجاری ہو، شبی نمبر نکالے جائیں مگر شبی کا ندوہ محاسن شبی اور افکار شبی کو پروان چڑھانے کے سلسلے میں کوئی تغیری کام نہ کرے۔ بہر حال شبی کے نام پر ریسرچ پاکا شعبہ دار العلوم کے لیے ایک ناگزیر شعبہ ہے اگر وہ ماشی سے اپنے حال کو مر جو طر کھنا چاہتا ہے۔
(باقی)

تفہیم القرآن کے ایجینٹ حضرات متوجہ ہوئی

ادارہ اپنے تمام ایجینٹ حضرات سے ورنہ سرت
کرتا ہے کہ وہ جلد سے جلد بلڈیاں چھپرانے کا اہتمام
کریں۔ کیونکہ بروقت رقم وصول نہ ہونے کی وجہ سے
ادارہ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جن
ایجینٹوں نے ابھی تک اپنی بلڈیاں نہیں چھپ رہیں وہ
براءہ مہر بانی جلد چھپ رائیں۔ ادارہ ان کے تعاون
کا شکر گزار ہے۔

ادارہ

ترجمان القرآن، اچھرہ

لاہور

مطبوعات

مقام صحابہ تالیف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ ناشر ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی نمبر ۱۔
صفحات ۲۳۳ ایضیہ کاغذ۔ طباعت آفٹ ٹیکٹ پونے چار روپے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس مختصر سی کتاب میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا صحیح مقام بیان فرمایا ہے۔ ابتداء میں فتن تاریخ اور کتب تاریخ کی اصل چیزیں بھی روشنی ڈالی گئی ہیں۔ یہ کوئی اس بحاظ سے نہایت مبارک اور سخن ہے کہ اسے پڑھ کر ایک عام قاری کے دل میں صحابہ کرام کے بارے میں حیاتیت، عقیدت و اخراج پیدا ہوتے ہیں۔

ہم اپنا مقام نہیں سمجھتے کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب جیسے صاحبِ نظر عالم دین کی توضیحات پر کوئی گرفت کریں مگر چند باتیں ٹرے خلوص اور طالب علمانہ نیازِ مندی کے ساتھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اس حقیقت سے آخر کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے کہ بعض صحابہ سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی اور اس کے بعد بھی کچھ فروگز استثنیں ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں باہمی اختلاف کی بناء پر تواریخ بھی نیام سے نکل آئیں۔ زیرِ نظر کتاب میں اس ضمن میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو کچھ نہ ہوا اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جانی چاہیے۔ کیونکہ مسکوت اور کفت لسان یہ شیوه اسلام ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ شیوه اسلام ہے تو چھتر قرآن پاک اور کتب احادیث میں ذاتی ریکارڈ موجود ہے، صحابہ کے بعض تسامفات کا ذکر کیوں موجود ہے، صحابہ کے بارے میں بہت صالحین اور خلف اکابرین کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے ہم اس تجھے پہنچتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبنی مقام کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی (معاذ اللہ) نیت پر حملہ کرنے یا تحریر یا تقدیص کے خیال سے قلم اور زبان دونوں کو پوری طرح روکا جلتے بلکہ ان کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی دیاغ میں نہ لائی جائے۔ یہی شیوه اسلام ہے اور یہی شیوه اخلاق ہے جسی ہونا چاہیے۔ لیکن حدود و اخراج میں رہتے ہوئے

بیانِ حقیقت اور تفہیم مسائل کے طور پر کچھ کہنا نہ پہلے ممنوع تھا نہ اب ہے۔ اس ایک صحیح اور متوافق اتنے سے بہت کر اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جاتے گا تو اس سے بہت سی ایسی اجنبیں پیدا ہو گئی جنہیں سمجھایا جائے گا، کیونکہ سلف اور خلف کے بڑے نامور بزرگوں نے تفہیم مسائل کے لیے صحابہ کرام کے طرزِ عمل پر بحث کی ہے اور بعض امور میں ان کی فروگز اشتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

عدالتِ صحابہ کے عین میں صحابہ کرام کے لیے جس ملند مقام کی نشاندہی کی گئی ہے وہ اپنی حلقہ صحیح اور درست ہے اور بلاشبہ صحابہ کرام کی عظیم اکثریت اس پر پورا اترقی ہے۔ لیکن اگر اس کی بنیاد صرف اس امر کو قرار دیا جاتے کہ یہ ہم تک دین پہنچانے کا واسطہ ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم تک دین پہنچانے کے بعض دوسرے واسطے بھی تو ہیں، تابعین، تبع تابعین، تبع تبع تابعین۔ ان بعد کے واسطوں کے لیے بھی جو ہم تک دین پہنچنے کے ناگزیر واسطے ہیں تکیا عدالت کا ولیسا ہی ملند مقام ضروری ہے یا نہیں؟ اگر یہ ضروری ہے تو یہ امر پاپیہ ثبوت کو پہنچا چاہیے۔ اور اگر ضروری نہیں تو کیوں؟

اس کتاب کے آخر میں حضرت مفتی صاحب کی ایک درود مذکورہ گزارش "درج ہے جس کے ابتدائی فقرات پڑھ کر دل پر واقعی رفت طاری ہو جاتی ہے اور انسان موت کو سامنے کھڑا پا کر کام پ احتلاہ ہے، لیکن اس سلسلے میں ہم مفتی صاحب کی خدمت میں یصد اخراج یہ عرض کریں گے کہ آخر انہیں دینِ حق کے ایک مخلص خادم اور ان کے فیقی کارکے بارے میں یہ کیوں یہ گانی پیدا ہو گئی ہے کہ ان کے دلِ صحابہ کرام کے اخراج سے عاری ہیں جس شخص کے دل میں ایمان کا نور ہے اُس کا دل صحابہ کرام کے اخراج سے بھی محروم ہے۔ اگر کوئی صاحب ایمان اخراجِ صحابہ کی ساری حدود کو سامنے رکھتے ہوئے بعض مسائل کی تفہیم میں بعض صحابہ کے چند ایسے تسامحات کی نشاندہی کرتا ہے جن کا ذکر ہمارے دینی ادب میں پہلے سے موجود ہے، اُسے آخر تو میں صحابہ کا مجرم کیونکہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

میں امید ہے محترم مفتی صاحب اس مشکل پر اسی دلسوzi سے غور کریں گے جس کی جدک آن کی "درود مذکورہ گزارش" میں ملتی ہے۔

صحیح لغات القرآن | تالیف: مولانا تاج محمد دہلوی | ناشر: نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی۔ کتابی ساز، صفحات ۲۸۰م - کتابت، طباعت آفسٹ قیمت ۰۵ روپیے۔